از عدالت اعظمیٰ

پرتاپ سنگھ

بمقابلہ

ریاست وندھیاپردیش (اب مدھیہ پردیش)

جعفرامام، جے۔ایل۔کپور، کے۔سی۔داس گپتا، رگھوبردیال اور
این۔راجگوپالاایانگر، جسٹسز)

فوجداری طریقہ کار—اپیل کا حق—جیل میں اپیل کنندہ کا طریقہ کار—اگر امتیازی ہو—اپیل پرحکم کی حتمی شکل—کوڈ آف کریمنل پروسیجر 1898 (V آف 1898) دفعات 420، 421، 430 آئین ہند کی آرٹیکل 14۔

اپیل کنندہ نے جیل میں رہتے ہوئے اپیل دائر کی جو کہ میرٹ کی بنیاد پر خارج کردی گئی۔اس کے بعد اس نے ایک وکیل کے ذریعے اپیل کی میمورنڈم دائر کی جسے اس بنیاد پر مسترد کر دیا گیا کہ ضابطہ فوجداری کے دفعہ 420 کے تحت جیل سے اس کی اپیل کی وجہ سے یہ قابل عمل نہیں ہے جسے پہلے خارج کر دیا گیا تھا۔جوڈیشل کمشنر کے سامنے ان کی نظرثانی کی درخواست بھی خارج کردی گئی لیکن آرٹیکل 132(1) کے تحت سٹرٹیفکیٹ کے لیے ان کی درخواست منظور کر لی گئی۔

سوال یہ تھا کہ کیا ضابطہ فوجداری کی دفعہ 421 جو عدالت کو اس قابل بناتی ہے کہ کسی سزایافتہ شخص کی طرف سے دائر کی گئی اپیل کو خارج کر دیا جائے، جب وہ جیل میں تھا، اسے آئین کے آرٹیکل 14 کے خلاف ناراض ہونے پر سنے بغیر۔

منعقد کیا گیا، کہ باب XXXI میں اپیل کا حق دینے کے لیے ضابطہ فوجداری نے اس کی بنیاد ایک درجہ بندی پر رکھی ہے جو کہ اس باب کو نافذ کرنے کے لیے مقننہ کے خیال میں عقلی اور معقول طور پر جڑی ہوئی تھی۔جیل میں سزایافتہ شخص کی پوزیشن، اور اس لیے

ذاتی طور پر یا کسی وکیل کے ذریعے اپیل پیش کرنے سے قاصر، ایک سزا یافتہ شخص سے بالکل مختلف اور الگ تھا جو ایسا کرنے کے قابل تھا۔ ضابطہ فوجداری کے دفعہ 421 کی شرط کسی بھی طرح سے آئین کے آرٹیکل 14 کی دفعات کے خلاف نہیں ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ ایک وکیل کے ذریعے پیش کی گئی سزا کے اسی فیصلے سے دوسری اپیل قابلِ سماعت نہیں تھی کیونکہ دفعہ 420 کے تحت پہلی اپیل کو جیل سے خارج کرنے والا سابقہ حکم ضابطہ کی دفعہ 430 کے تحت قانونی اور حتمی تھا۔

فوجداری اپیل کا دائرہ اختیار۔1956 کی فوجداری اپیل نمبر 106۔

7 اپریل 1956 کو سابق جوڈیشل کمشنر کورٹ، وندھیہ پردیش، ریوا کے متفرق فیصلے اور حکم سے اپیل۔ سی آر ایل کی درخواست نمبر 70 سال 1956

اپیل کنندہ کے لیے اے۔ ڈی۔ ماتھر۔

کے۔ بی۔ نائیڈو اور آئی۔ این۔ شراف مدعا کے لیے۔

18 نومبر 1960 کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس امام — وندھیہ پردیش کے جوڈیشل کمشنر نے آئین ہند کے آرٹیکل 132(1) کے تحت ایک سرٹیفکیٹ دیا کیونکہ ان کی رائے میں اس کیس میں آئین کی تشریح کے حوالے سے قانون کا ایک اہم سوال شامل تھا۔ اس لیے موجودہ اپیل۔

اپیل کنندہ کو چتر پور کے سیشن جج نے دفعہ 307، انڈین پینل کوڈ اور انڈین آرمس ایکٹ کی دفعہ 19(f) کے تحت مجرم قرار دیا تھا۔ اسے دفعہ 307، انڈین پینل کوڈ کے تحت 10 سال کی سخت قید اور انڈین آرمز ایکٹ کی دفعہ 19(f) کے تحت 3 سال کی سخت قید کی سزا سنائی گئی۔ انہوں نے جیل میں رہتے ہوئے ایک اپیل دائر کی جسے 28 اکتوبر 1955 کو میرٹ پر خارج کر دیا گیا۔ اس کے بعد 31 اکتوبر 1955 کو انہوں نے ایک وکیل کے ذریعے میمورنڈم آف اپیل دائر کی جسے یکم نومبر 1955 کو مسترد کر دیا گیا، اس بنیاد پر 28 اکتوبر 1955 کو کوڈ آف کرمنل پروسیجر کے سیکشن 420 کے تحت جیل سے ان کی اپیل خارج ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہے۔

اس کے بعد انہوں نے جوڈیشل کمشنر کے روبرو درخواست دائر کی کہ 28 اکتوبر

1955 کے حکم نامے پر نظر ثانی کی جائے جس کے تحت ان کی اپیل کو جیل سے خارج کیا جائے اور ان کی اپیل کی میرٹ پر دوبارہ سماعت کی جائے۔ اس درخواست کو بھی جوڈیشل کمشنر نے خارج کر دیا۔ اپیل کنندہ نے آئین کے آرٹیکل 132 اور 134(c) کے تحت سرٹیفکیٹ کی درخواست کی تھی۔ جوڈیشل کمشنر کی رائے تھی کہ آرٹیکل 134(c) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے کے لیے کوئی بنیاد قائم نہیں کی گئی لیکن آرٹیکل 132(1) کے تحت سرٹیفکیٹ جاری کیا جانا چاہیے۔

اس اپیل میں فیصلہ کرنے کا واحد سوال یہ ہے کہ کیا اس کیس میں آئین کی تشریح کے حوالے سے قانون کا کوئی اہم سوال شامل ہے۔ جوڈیشل کمشنر کے سامنے یہ استدعا کی گئی تھی کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 421 جو کہ عدالت کو ایک مجرم کی طرف سے دائر کی گئی اپیل کو خارج کرنے کے قابل بناتی ہے، جب وہ جیل میں تھا، اسے آئین کے آرٹیکل 14 کے خلاف ناراض ہونے پر سنے بغیر، کیونکہ یہ امتیازی سلوک ہے۔ اس کے اور ایک سزا یافتہ شخص کے درمیان جس نے اپنی اپیل ذاتی طور پر یا وکیل کے ذریعے پیش کی۔

اس سے پہلے کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ آیا ضابطہ کا دفعہ 421 آئین کے آرٹیکل 14 کی دفعات کے خلاف ہے یا نہیں یہ ضروری ہے کہ ضابطہ فوجداری کے باب XXXI کے تحت 1956 میں نافذ ہونے والی ترمیم سے قبل جلد ہی اپیل کی اسکیم کا تعین کیا جائے۔ دفعہ 404 واضح طور پر کہتا ہے کہ فوجداری عدالت کے کسی فیصلے یا حکم سے کوئی اپیل نہیں کی جائے گی سوائے اس کے کہ ضابطہ یا کسی دوسرے قانون کے ذریعہ فراہم کیا گیا ہو۔ یہ انتظام اس عمومی اصول کے مطابق ہے کہ کوئی اپیل حق کے معاملے کے طور پر نہیں ہے جب تک کہ اپیل کا حق قانون کے ذریعہ فراہم نہ کیا جائے۔ باب XXXI میں مختلف پروویژنز ہیں جو فوجداری عدالتوں کے ذریعے دیے گئے مختلف احکامات اور سزاؤں سے اپیل کے لیے فراہم کرتے ہیں۔ سیکشن 410 سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج کے زیر سماعت مقدمے میں سزا یافتہ کسی بھی شخص کو ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ کورٹ آف جوڈیشل کمشنر، وندھیہ پردیش، ضابطہ کے مقاصد کے لیے ایک ہائی کورٹ تھی۔ سیشن جج کی طرف سے اس کی سزا اور سزا کے خلاف جیل سے اپیل کنندہ کی اپیل اس لیے جوڈیشل کمشنر کی عدالت میں ہے۔ دفعہ 418 کے تحت ایک اپیل حقیقت

کے ساتھ ساتھ قانون کے معاملے پر بھی ہو سکتی ہے، سوائے اس کے کہ جہاں مقدمے کی سماعت جیوری کے ذریعے ہو، اس صورت میں، اپیل صرف قانون کے معاملے پر ہوگی، سوائے اس صورت میں جہاں اس شخص کو موت کی سزا سنائی گئی تھی، اس کی اپیل حقیقت کے ساتھ ساتھ قانون کے معاملے پر بھی ہوگی حالانکہ اس پر جیوری نے مقدمہ چلایا تھا۔ یہ سیکشن کسی دوسرے شخص کو بھی قابل بناتا ہے جسے ایک ہی مقدمے میں سزا یافتہ شخص کے ساتھ سزا دی گئی ہوتا کہ وہ حقیقت کے ساتھ ساتھ قانون کے معاملے پر اپیل کر سکے۔ دفعہ 419 یہ حکم دیتا ہے کہ ہر اپیل اپیل کنندہ یا اس کے وکیل کے ذریعہ تحریری طور پر پیش کی جائے گی اور اس طرح کی ہر درخواست، جب تک کہ عدالت جس کے سامنے پیش کی گئی ہو، اس کے ساتھ فیصلے کی کاپی ہو یا دفعہ 367 کے تحت درج کردہ چارج کے سربراہوں کی ایک نقل جیوری کی طرف سے مقدمے کے خلاف اپیل کی گئی ہے جیل کا جو اس کے بعد ایسی درخواست یا کاپی مناسب اپیل کورٹ کو بھیجے گا۔ دفعہ 421 کے تحت درخواست اور دفعہ 419 یا دفعہ 420 کے تحت کاپی موصول ہونے پر اپیل کورٹ اس کا استعمال کرے گی اور اگر وہ سمجھتی ہے کہ مداخلت کے لیے کوئی خاطر خواہ بنیاد نہیں ہے، تو وہ اپیل کو خلاصہ طور پر خارج کر سکتی ہے۔ اس دفعہ میں ایک شرط ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دفعہ 419 کے تحت پیش کی گئی کوئی بھی اپیل اس وقت تک خارج نہیں کی جائے گی جب تک کہ اپیل کنندہ یا اس کے وکیل کو اس کی حمایت میں سننے کا معقول موقع نہ ملے۔ اس اپیل کے مقصد کے لیے واحد دوسرا سیکشن، جس کا حوالہ دینے کی ضرورت ہے، سیکشن 430 ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اپیل پر عدالت کی طرف سے دیے گئے فیصلے اور احکامات حتمی ہوں گے، سوائے سیکشن 417 اور باب XXXII میں فراہم کردہ مقدمات کے۔

ضابطہ کی ان دفعات سے یہ دیکھا جائے گا کہ سزا یافتہ شخص، ایسے معاملات میں جہاں ضابطہ کی طرف سے اپیل فراہم کی گئی ہو، اس کے یا اس کے وکیل کی طرف سے پیش کردہ تحریری طور پر اپیل کی درخواست دائر کر سکتا ہے اور اگر وہ جیل میں ہے تو اپیل کی اپنی درخواست جیل حکام کے ذریعے دائر کریں جو درخواست کو متعلقہ اپیلیٹ کورٹ کو بھیجنے کے پابند ہیں۔ خواہ کوئی اپیل دفعہ 419 کے تحت دائر کی گئی ہو یا ضابطہ کی دفعہ 420 کے تحت، اپیل کورٹ کو واضح طور پر اختیار دیا گیا ہے، اپیل کی درخواست اور فیصلے یا چارج کی کاپیاں

جیوری کو دیکھنے کے بعد، اگر وہ سمجھتی ہے کہ کوئی خاطر خواہ بنیاد نہیں ہے۔ مداخلت کے لیے، اپیل کو خلاصہ طور پر خارج کرنے کے لیے۔ پہلے سے بھیجے گئے کیس میں، اپیل کنندہ جیل میں تھا اور اس نے جیل حکام کے ذریعے دفعہ 420 کے تحت جوڈیشل کمشنر کی عدالت میں اپیل کی اپنی درخواست پیش کی۔ اسے 28 اکتوبر 1955 کو میرٹ کی بنیاد پر خارج کر دیا گیا تھا۔ اگر یہ حکم قانونی طور پر بنایا گیا تھا تو ضابطہ کی دفعہ 430 کے تحت اپیل کورٹ کا فیصلہ حتمی تھا۔ نتیجتاً، اپیل کنندہ نے اپنے وکیل کے ذریعے 31 اکتوبر 1955 کو جو اپیل پیش کی تھی، وہ واضح طور پر قابلِ سماعت نہیں تھی۔

اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ کیا دفعہ 421 آئین کے آرٹیکل 14 کے ان دفعات کے خلاف ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ریاست کسی بھی شخص کو قانون کے سامنے مساوات یا ہندوستان کی حدود میں قوانین کے مساوی تحفظ سے انکار نہیں کرے گی۔ اس عدالت نے بہت سے معاملات میں فیصلہ کیا ہے کہ کن معاملات پر غور کیا جانا چاہئے تا کہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ آیا قانون سازی کا کوئی خاص حصہ امتیازی ہے اور اس کے نتیجے میں آرٹیکل 14 کی دفعات کے خلاف ہے۔ ان کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے۔ ضابطہ فوجداری کے باب XXXI کا مقصد بعض مقدمات میں سزا کے خلاف اپیلوں کے لیے انتظامات کرنا تھا۔ جہاں اس باب کے ذریعہ کوئی اپیل فراہم نہیں کی گئی ہے وہاں مزید کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اسے فوجداری عدالت کے کسی بھی فیصلے سے اپیل کرنے کا حق حاصل ہے۔ سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج کے زیر سماعت مقدمے میں سزا یافتہ ہر فرد کو ضابطہ کی دفعہ 410 کی دفعات کی بنا پر ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ اپیل کا حق اس ضابطہ میں دیا گیا ہے کہ اس طرح کی اپیل پیش کی جائے جو ضابطہ کی دفعہ 419 اور 420 میں پائی جاتی ہے۔

یہ دونوں حصے مختلف امکانات پر غور کرتے ہیں (1) کہ ایک سزا یافتہ شخص جو جیل میں نہیں ہے اپنی اپیل کی درخواست ذاتی طور پر پیش کرتا ہے۔ (2) کہ سزا یافتہ شخص اگرچہ مختلف وجوہات کی بناء پر اپنی اپیل کی درخواست ذاتی طور پر پیش کرنے سے قاصر ہے، بشمول اس کے جیل میں، وہ اسے اپنے وکیل کے ذریعے پیش کر سکتا ہے اور (3) جہاں سزا یافتہ شخص جیل میں ہے اور اس طرح اپنی درخواست پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ذاتی طور پر درخواست اور اپیل کی درخواست پیش کرنے کے لئے کسی وکیل کو شامل کرنے سے قاصر ہے، اسے جیل حکام کے ذریعے پیش کر سکتا ہے۔ جہاں سزا یافتہ شخص دفعہ 421 کے تحت اپنی اپیل ذاتی طور پر یا کسی وکیل کے ذریعے پیش کرتا ہے اس کی اپیل اس وقت تک خارج نہیں کی جائے گی جب تک کہ اسے یا اس کے وکیل کو اس کی درخواست کی حمایت میں سننے کا معقول موقع نہ دیا جائے۔ سزا یافتہ شخص کے معاملے میں ایسا کوئی غور نہیں کیا جاتا جو ذاتی طور پر یا کسی وکیل کے ذریعے اپنی درخواست پیش کرنے سے قاصر ہو۔ مذکورہ درجہ بندی کرنے کے لیے ایک عقلی بنیاد موجود ہے جس کا باب XXXI کے تحت اپیلوں کے لیے فراہم کردہ قانون سازی کے مقصد سے معقول تعلق ہے۔ دفعہ 410 کے تحت کوئی امتیاز نہیں ہے کیونکہ سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج کے زیر سماعت مقدمے میں سزا یافتہ کوئی بھی شخص ہائی کورٹ میں اپیل کر سکتا ہے۔ جہاں سزا یافتہ شخص اپنی اپیل کی درخواست ذاتی طور پر پیش کرنے کے قابل ہو اس کی پوزیشن اس شخص سے بالکل مختلف ہے جو جیل میں ہونے کی وجہ سے ایسا کرنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح ایک سزا یافتہ شخص چاہے جیل میں ہو یا نہ ہو جو اپنی درخواست ایک وکیل کے ذریعے پیش کر سکتا ہے، سزا یافتہ شخص سے مختلف پوزیشن میں ہے جو جیل میں ہے اور اپنی درخواست وکیل کے ذریعے پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ضابطہ کا مقصد ایک سزا یافتہ شخص کے معاملے میں ہے جو جیل میں رہتے ہوئے اپنی اپیل کی درخواست پیش کرتا ہے کہ اس کی درخواست اور اس عدالت کے فیصلے پر غور کرنا چاہیے جس نے اسے مجرم قرار دیا ہے اس سے پہلے کہ اسے خلاصہ طور پر خارج کیا جائے، بصورت دیگر اپیل کا حق دیا جائے گا۔ ایسے شخص پر دفعہ 410 بے معنی ہو گی۔ ایسے شخص کی صورت میں اس کے ذاتی طور پر سنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے ذاتی طور پر اپیل پیش نہیں کی اور نہ ہی اس کے وکیل کے سنے جانے کا کوئی سوال ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی طرف سے اپیل پیش کرنے کے لیے کوئی وکیل نہیں لگایا گیا تھا۔ ایک سزا یافتہ شخص کے معاملے میں مختلف تحفظات پیدا ہوتے ہیں جو اپنی اپیل کی درخواست ذاتی طور پر یا کسی وکیل کے ذریعے پیش کرتا ہے جس صورت میں اپیل کو سرسری طور پر خارج کرنے سے پہلے اسے یا اس کے وکیل کو سنا جانا چاہیے۔ لہٰذا، تین زمروں میں درجہ بندی کرنے کے لیے ایک عقلی بنیاد موجود ہے جس کا ضابطہ کے اعتراض سے معقول

تعلق ہے۔اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دفعہ 421 کی شق آئین کے آرٹیکل 14 کی دفعات کے خلاف ہے۔

تاہم، یہ دعویٰ کیا گیا کہ اگرچہ دفعہ 420 کے تحت دائر کی گئی اپیل کو سرسری طور پر خارج کر دیا گیا ہوگا، اس کے بعد ایک درخواست گزار کے ذریعے دائر کی گئی اپیل کو سنا جانا چاہیے تھا اور جوڈیشل کمشنر نے یہ ماننے میں غلطی کی کہ اپیل جھوٹ نہیں بولی۔ درخواست گزار کی سماعت کیے بغیر اپیل کو سرسری طور پر مسترد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نقطہ نظر سے دفعہ 421 کی دفعات پر عمل نہیں کیا گیا تھا۔ یہ کہنا کافی ہے کہ اگر دفعہ 420 کے تحت اپیل کنندہ کی اپیل کو خارج کرنے کا حکم مورخہ 28 اکتوبر 1955 قانونی تھا، تو اسی فیصلے کی دوسری اپیل ایک وکیل کے ذریعے پیش کی گئی تھی، اس لیے قابل سماعت نہیں تھی کیونکہ ہائی کورٹ کا سابقہ حکم نامہ مسترد کرتا تھا۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 430 کے تحت اپیل حتمی تھی۔ بعض مقدمات پر انحصار کیا گیا جن کا حوالہ جوڈیشل کمشنر نے دیا ہے۔ ان مقدمات کو موجودہ کیس سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے کسی میں بھی یہ فیصلہ نہیں کیا گیا تھا کہ جہاں اپیل کو خارج کرنے کا حکم قانونی ہے اس کے بعد ایک وکیل کے ذریعے دائر کی گئی اپیل قابل عمل تھی۔ ہماری رائے میں، اس نکتے کا کوئی جواز نہیں ہے، ایک بار جب یہ کہا جائے کہ 28 اکتوبر 1955 کا حکم نامہ ایک قانونی حکم تھا جو، ہمارے خیال میں، یہ تھا، جیسا کہ ہماری رائے میں دفعہ 421 کی شرط کسی بھی طرح خلاف ورزی نہیں کرتی۔ آئین کے آرٹیکل 14 کی دفعات۔ اس کے مطابق اپیل خارج کی جاتی ہے۔

اپیل خارج کر دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.04.02 15:40
I attest to the accuracy and
integrity of this document